

کتب شروح حدیث، بطور مصدر کتب سیرت

محمد عبدالقوی*

محمد ہمایوں عباس شمس**

کتاب لاریب، قرآن کریم کے فہم کے لیے جس طرح کتب تفسیر کی اشد ضرورت ہوتی ہے اسی طرح احادیث نبویہ ﷺ کے کما حقہ فہم کے لیے بھی کتب شروح حدیث کی ضرورت ایک مسلمہ حقیقت ہے جس سے منفر نہیں ہو سکتا، بلکہ اسی ضرورت کے پیش نظر بالخصوص عربی اور بالعموم دیگر زبانوں میں کتب حدیث کی شروح لکھی گئیں دراصل جب تیسری صدی ہجری کے آخر میں تدوین حدیث کا کام آخری مراحل میں داخل ہوا (۱) تو اس وقت علم حدیث میں ید طولیٰ رکھنے والے یکتائے عصر علماء، احادیث نبویہ کے صحیح افہام و تفہیم کے لیے ان کی تشریح و توضیح کی طرف مانتقت ہوئے، پس علم حدیث میں اس نئے رجحان کے سبب، شرح حدیث میں سب سے پہلے جو کتاب منظر عام پر آئی وہ ابن جریر طبری (م ۳۱۰ھ) کی تہذیب الآثار ہے، اس کے بعد امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) نے شرح معانی الآثار لکھی اور پھر ابوسلیمان خطابی (م ۳۸۸ھ) کی معالم السنن فی شرح سنن ابی داؤود اور اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری کا نام آتا ہے پھر شرح حدیث کے اس رجحان میں مزید اضافہ ہوا اور کتب شروح حدیث متداول ہوئیں، حتیٰ کہ کتب حدیث کی شرح کا یہ تسلسل صدی در صدی منتقل ہو کر عہد حاضر تک مستمر ہے۔

سیرت نگاری کے دوران سیرت نگاروں کا اصل مصدر اگرچہ قرآن کے بعد حدیث ہی تھا، لیکن جب کتب شروح حدیث منظر شہود پر آئیں تو سیرت نگار سیرت نگاری میں کتب حدیث کے ساتھ کتب شروح حدیث سے بھی استفادہ کی طرف راغب ہوئے، حتیٰ کہ کتب شروح حدیث کے متداول ہونے کے بعد کی مؤلفہ کتب سیرت میں ایک نئی روش سامنے آئی، اور وہ سیرت نگاری میں کتب شروح حدیث سے استفادہ کا طرز عمل ہے، پھر وقت گزرنے کے ساتھ اس رجحان میں اس قدر اضافہ ہوا کہ سیرت نگاری میں کتب حدیث کے ساتھ کتب شروح حدیث سے بھی استفادہ کرنا منج سیرت نگاری کا ایک حصہ بن گیا، اور تا حال یہ منج سیرت نگاروں کا معمول بہ ہے، یعنی ہر عہد کے سیرت نگاروں نے کتب شروح حدیث سے ہر ممکن حد تک خوشہ چینی کی ہے جس پر مختلف ادوار کی مصنفہ کتب سیرت شاہد ہیں، جیسا کہ السیرۃ النبویۃ واخبار الخلفاء لابن حبان (م ۳۵۴ھ)، شرف المصطفیٰ لابن سعد الخرخوشی (م ۴۰۷ھ)،

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد، پاکستان۔

** ڈین فیکلٹی آف اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی۔سی۔ یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان۔

الشفاء بتعريف حقوق المصطفى لقاضى عياض (م ۵۵۲۲ھ)، الروض الانف فى شرح السيرة النبوية للسهيلى (م ۵۵۸۱ھ)، الاكتفاء بما تضمنه من مغازى رسول الله ﷺ لسليمان بن موسى الحميدى (م ۶۳۳ھ)، زاد المعاد لابن القيم (م ۷۵۱ھ)، السيرة النبوية لابن كثير (م ۷۷۴ھ)، غاية السؤل لابن الملتن (م ۸۰۴ھ)، امتاع الاسماع لابی العباس تقى الدين المقرئى (م ۸۴۵ھ)، بهجة المحافل ليحيى بن أبى بكر العامرى (م ۸۹۳ھ)، المواهب اللدنية للقسطلانى (م ۹۲۳ھ)، سبل الهدى والرشاد (م ۹۲۲ھ)، السيرة الحلبية لابی الفرج على بن ابراهيم (م ۱۰۴۴ھ)، شرح الزرقانى على المواهب اللدنية (م ۱۱۲۲ھ)، مستعذب الاخبار باطيب الأختيار لابی مدين الفاسى (م ۱۱۳۲ھ)، نهاية الايجاز فى سيرة ساكن الحجاز لرفاعة رافع بن بدوى (م ۱۲۹۰ھ)، وسائل الوصول الى شمائل الرسول ﷺ ليوسف بن اسماعيل النبهانى (م ۱۳۵۰ھ)، الرحيق المختوم لصفى الرحمن المباركفورى (م ۱۴۲۷ھ) اور دیگر معروف کتب سيرت میں کتب شروع حديث کے اقتباسات پائے جاتے ہیں، بطور مثال صرف شارح بخارى حافظ ابن حجر عسقلانى (م ۸۵۲ھ) سے ہی سيرت نگاروں نے اس قدر استفادہ کیا ہے کہ ان کا بهجة المحافل و بغية الامثال ليحيى بن ابى بكر العامرى (م ۸۹۳ھ) میں تقريباً تیرانوے، الشمائل الشريفة للسيوطى (م ۹۱۱ھ) میں یک صد بتیس، المواهب اللدنية للقسطلانى (م ۹۲۳ھ) میں یک صد چالیس، سبل الهدى والرشاد لمحمد بن يوسف صالحى (م ۹۴۲ھ) میں چھیالیس، اشرف الوسائل الى فهم الشمائل لابن حجر الهيتمى (م ۹۴۷ھ) میں بتیس، جمع الوسائل فى شرح الشمائل لملا على القارى (م ۱۰۱۴ھ) میں چار صد اکہتر، السيرة الحلبية لعلی بن ابراهيم الحلبي (م ۱۰۴۴ھ) میں یک صد ستر، شرح الزرقانى على المواهب (م ۱۱۲۲ھ) میں یک صد چوبتر، نهاية الايجاز فى سيرة ساكن الحجاز لرفاعة رافع بن بدوى (م ۱۲۹۰ھ) میں بتیس، انارة الدجى فى مغازى خير الورى لحسن المشاط (م ۱۳۹۹ھ) میں چھ، الاساس فى السنة وفقهها السيرة النبوية لسعيد حوى (م ۱۴۰۹ھ) میں دو صد چار اور منتهى السؤل على وسائل الوصول لعبدالله اللحجى (م ۱۴۱۰ھ) میں تین صد تینتالیس مرتبہ ذکر ملتا ہے۔ اور اسی طرح اردو کتب سيرت بھی کتب شروع حديث کے اقتباسات سے مملوء ہیں بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا کہ اردو سيرت نگاروں نے بھی اپنی کتب کی تالیف کے دوران کتب شروع حديث سے خاطر خواہ مدد لی ہے۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سيرت نگارى میں شارحين حديث سے اہل سيرت کے استفادہ کی نوعیت کیا ہے تو یاد رہے کہ اہل سيرت اپنی کتب سيرت میں کتب شروع حديث کے اقتباسات کو اکثر کسی قول کی تشریح، خاص موقف کی تائید، سند حديث کی صحت، مشکل لفظ کی تفہيم، روایت میں منقول اختلاف اور اعراب کی توضیح وغیرہ

کے ضمن میں نقل کرتے ہیں، اور یہ مذکورہ امور، سیرت کے ذیلی یا تکمیلی امور بھی کہلاتے ہیں لیکن جہاں تک واقعاتی سیرت کا تعلق ہے تو اس بابت اہل سیرت نے شروح حدیث سے بہت ہی کم یا پھر کسی تحقیقی ضرورت کے پیش نظر ہی استفادہ کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ کتب شروح حدیث واقعاتی سیرت سے متعلق بہت کم جبکہ احادیث نبویہ کے متن اور سند کے مغلط اور مبہم مقامات کی توضیح و تشریح میں زیادہ مواد فراہم کرتی ہیں تو اس لیے واقعاتی سیرت کی تفصیل ان میں مذکور نہیں ہوتی۔ مگر ابن حجرؒ اور بدرالدین عینیؒ نے اپنے ماقبل شارحین کے منہج و اسلوب کے برعکس اپنی شروح بخاری میں واقعاتی سیرت کو کافی جگہ دی ہے، اس کے باوجود کہ سیرت نگاروں نے ابن حجرؒ سے کثیر حد تک استفادہ کیا ہے، لیکن واقعاتی سیرت میں ان سے بہت ہی کم نقل کیا ہے پس کہا جاسکتا ہے کہ سیرت نگار واقعاتی سیرت کو حدیث، سیرت اور تاریخ کے بنیادی مصادر سے جبکہ اس سے متعلق بعض امور (جن کا ابھی مذکورہ بالا سطور میں ذکر ہوا ہے) کو کتب شروح حدیث سے نقل کرتے ہیں۔ پس کتب شروح حدیث سے سیرت نگاروں کے استفادہ کی نوعیت کی وضاحت کے لیے عربی اور اردو کتب سیرت کے چند ایک اقتباسات بطور نمونہ ذیل میں مندرج ہیں:

۱۔ خطا کی نشان دہی اور اس کی تصویب

دلائل النبوة للبيهقي^۱ کا شمار بنیادی مصادر سیرت میں ہوتا ہے اس میں امام ابو بکر بیہقی (م ۲۵۸ھ) نے چند ایک مقامات پر حدیث نبوی ﷺ کو بیان کرنے کے بعد خطابیؒ کا قول ذکر کیا ہے، جیسا کہ امام بیہقی حدیث بیان کرتے ہیں کہ کسی شخص نے حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا کہ یا رسول اللہ! میں نے آج رات خواب میں سائبان (ابریا بادل) کو دیکھا کہ اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان کو اپنے ہاتھوں پر لے رہے ہیں، پس کچھ لوگ زیادہ لے رہے ہیں اور کچھ لوگ کم لے رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے اس خواب کی تعبیر بیان کرنے کی اجازت مانگی تو بارگاہ مصطفوی سے اذن پا کر جب وہ تعبیر بیان کر چکے تو عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں نے خواب کی تعبیر صحیح بیان کی ہے یا اس میں خطا کی ہے؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: أَصَبْتَ بَعْضًا وَ اَخْطَاْتَ بَعْضًا (۲) تو اس مذکورہ عبارت کی توضیح میں امام بیہقی (م ۲۵۸ھ) نے ابوسلیمان خطابیؒ (م ۳۸۸ھ) کا قول نقل کیا ہے، جس میں ابوسلیمان خطابیؒ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے بیان تعبیر میں خطا کی نوعیت بیان کرتے ہیں، اور پھر اس خواب کی بیان کی گئی مذکورہ تعبیر کی ایک اور قول کے ساتھ تصویب کرتے ہیں، پس حدیث مذکور کی عبارت أَصَبْتَ بَعْضًا وَ اَخْطَاْتَ بَعْضًا کی وضاحت میں امام بیہقیؒ نے ابوسلیمان خطابیؒ کا جو قول نقل کیا ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

”قال أبو سليمان الخطابي: اختلف الناس في تأويل قوله عليه السلام: ”أصبت بعضا

وأخطأت بعضاً - فقال بعضهم: إنما صوبه في تأويل الرؤيا وخطأه في الافتيات بالتعبير بحضرة رسول الله ﷺ - وقال بعضهم: موضع الخطأ في ذلك أن المذكور في الرؤيا شيثان وهما: السمن والعسل فعبرهما على شيء واحد وهو القرآن وكان حقه أن يعبر كل واحد منهما على انفراده ، وإنما هما: الكتاب والسنة: لأنها بيان الكتاب الذي أنزل عليه - قال : وبلغني هذا القول أوقريب من معناه، عن أبي جعفر الطحاوي - (۳)، (۴)

”ابو سليمان خطابی نے کہا: لوگوں نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان أصبت بعضاً وأخطأت بعضاً کی تاویل میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے بعض نے کہا: آپ ﷺ نے خواب کی تاویل بیان کرنے میں ان کی تصویب فرمائی ہے اور ان کی خطا تو رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں تعبیر بتانا ہے، اور کچھ نے کہا: اس تعبیر میں خطا کی جگہ یہ ہے کہ خواب میں دو چیزیں مذکور ہیں اور وہ دو چیزیں گھی اور شہد ہیں ، پس انہوں نے ان دونوں چیزوں کی تعبیر ایک ہی چیز سے کی ہے اور وہ قرآن ہے، اور ان کا حق یہ تھا کہ ان دونوں چیزوں میں سے ہر ایک چیز کی علیحدہ چیز کے ساتھ تعبیر بیان کرتے، اور بلاشبہ وہ دونوں چیزیں قرآن اور سنت ہیں، کیونکہ یہ اس کتاب کا بیان ہے جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے اور ابن الخطابی نے کہا: مجھے یہ قول مذکور یا پھر اس کے قریب المعنی قول ابو جعفر طحاوی سے پہنچا ہے۔“

۲۔ اختلاف روایت کا بیان

الشفاء بتعريف حقوق المصطفى كاسيرت کے اولین مصادر میں شمار ہوتا ہے اس میں قاضی عیاض مالکی (م ۵۴۴ھ) ، حضور نبی کریم ﷺ کو سفر میں ، قیلولہ کے دوران پیش آنے والا ایک معروف واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نے آپ ﷺ کی تلوار تھام کر آپ سے کہا: بتاؤ! اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: میرا اللہ! تو اس کے ہاتھ کا پھینک لگے حتیٰ کہ تلوار گر گئی اور اس نے درخت میں ٹکر ماری اور اس کا بھیجا نکل گیا (۵) ، علامہ قاضی عیاض اسی مذکورہ واقعہ کو اس کے مقام وقوع اور واقعاتی اختلاف کے اعتبار سے مختلف طور پر نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کو صحیح (بخاری) میں بھی روایت کیا گیا ہے (۶) اور اس قصہ کے صاحب کا نام غورث بن حارث تھا اور نبی کریم ﷺ نے اسے معاف فرما دیا تھا اور جب وہ واپس اپنی قوم کے پاس آیا تو کہنے لگا: میں تمہارے ہاں اس شخص کے پاس سے آ رہا ہوں جو تمنا م انسانوں سے بہتر ہے اور اسی طرح کا ایک اور واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے جو آپ ﷺ کو غزوہ بدر کے دن پیش آیا تھا کہ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے اپنے اصحاب سے علیحدہ ہوئے تو ایک منافق آپ کے پیچھے ہولیا، آگے واقعہ اسی طرح ہے جیسا کہ مذکور ہوا ہے۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ ایسا ہی ایک واقعہ غزوہ غطفان کے وقت ذی امر کے مقام پر ایک اور شخص کے ساتھ پیش آیا جس کا نام دشور بن حارث تھا اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا پس جب وہ اپنی قوم میں واپس گیا تو جس نے اس کو اس کام پر اُکسایا تھا، وہ ان کا سردار اور ان میں سب سے زیادہ شجاع تھا وہ اس سے کہنے لگا: تم جو کہتے تھے، وہ کہاں

ہے؟ اور اس نے تم پر غلبہ پالیا، تو اس نے کہا: میں نے ایک دراز قد سفید آدمی کو دیکھا اس نے میرے سینے پر مارا، بس میں پیٹھ کے بل گر پڑا اور تلوار گر گئی، میں نے پہچان لیا کہ وہ فرشتہ ہے اور میں اسلام لے آیا، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس واقعہ کے وقت یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا لِلَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هُمْ قَوْمٌ أَنْ يَسْطُورُوا إِلَيْكُمْ
أَيَّدِيَهُمْ (۷)، (۸)

”اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ“

علامہ قاضی عیاض اس مذکورہ تعدد روایت کو نقل کرنے کے بعد شارح بخاری ابوسلیمان خطابی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وفى رواية الخطابى أن غورث بن الحارث المحاربي أراد أن يفتك بالنبي ﷺ فلم يشعر به الا وهو قائم على رأسه منتضيا سيفه فقال اللهم اكفنيه بما شئت فانكب من وجهه من زلخة زلخها بين كتفيه وندر سيفه من يده. (۹)، (۱۰)

”اور خطابی کی روایت میں ہے کہ غورث بن حارث محاربی نے ارادہ کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو دھوکہ سے شہید کر دے، آپ ﷺ کو اس کا اس وقت پتہ چلا کہ جب وہ اپنی تلوار سونت کر آپ کے سر پر کھڑا تھا، پس آپ نے عرض کیا: یا اللہ! جس طرح تو چاہے مجھے اس سے محفوظ فرما، پھر وہ اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اعصاب کے تناؤ کی درد کی وجہ سے اچانک ایک طرف ہو کر منہ کے بل گر پڑا اور اس کی تلوار بھی اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔“

۳۔ شرعی حیثیت کا تعین

الفصول فى السيرة ابوالفداء اسماعيل بن عمر بن كثير (م ۷۴۷ھ) کی تصنیف لطیف ہے، ابن کثیر، تفسیر، سیرت اور تاریخ کی دنیا کا ایک تابندہ نام ہے انہوں نے اپنی کتاب ”الفصول فى السيرة“ میں حضور ختمی مرتبت ﷺ کے قیام اللیل کی بحث کے دوران اس کی شرعی حیثیت کے تعین میں امام نووی کا بطور تائید جو قول نقل کیا ہے وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

”وحكى الشيخ أبو حامد رحمه الله تعالى ، عن الامام أبي عبد الله الشافعي رحمه الله تعالى: أن قيام الليل نسخ في حقه صلى الله عليه وسلم كما نسخ في حق الأمة ، فانه كان واجبا في ابتداء الاسلام على الأمة كافة ، قال الشيخ أبو عمرو بن الصلاح: وهذا هو

الصحيح الذي تشهد له الأحاديث، منها حديث سعد بن هشام عن عائشة، وهو في الصحيح معروف (۱۱) - وكذا قال أبو زكريا النووي رحمه الله تعالى - (۱۲)، (۱۳)

”اور شیخ ابو حامد رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو عبد اللہ شافعیؒ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ کے حق میں قیام اللیل اسی طرح منسوخ ہو گیا تھا کہ جس طرح امت کے حق میں منسوخ ہوا تھا، پس وہ ابتداء اسلام میں ساری امت پر واجب تھا، شیخ ابو عمرو بن الصلاحؒ نے کہا: اور یہی وہ صحیح موقف ہے کہ جس پر احادیث شاہد ہیں، اور ان احادیث میں سے ایک حدیث حضرت سیدہ عائشہؓ سے مروی سعد بن هشام کی حدیث ہے اور وہ صحیح میں معروف ہے اور ابو زکریا النوویؒ نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔“

۳۔ خاص لفظ کی تفہیم

”بُهجة المحافل وبغية الامثال في تلخيص المعجزات والسير والشمائل“ یحییٰ بن ابی بکر العامری الحریمیؒ (م ۸۹۳ھ) کی کتاب ہے اس میں وہ صحیح بخاری کی ایک روایت نقل کرتے ہیں، جس میں ہے کہ حج کے ایک موقع پر حضرت ابن عباسؓ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے ایک قرآنی آیت کے بارے میں استفسار کیا تو حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے ان کو جواب دینے سے قبل یہ جملہ کہا:

”وَاعَجَبًا لَكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ“ (۱۴)

”اے ابن عباس! تجھ پر تعجب ہے“

علامہ یحییٰ بن ابی بکر العامریؒ (م ۸۹۳ھ) اس مذکورہ جملہ کی وضاحت کرتے ہوئے لفظ ”عَجَبًا“ کی صرنی تحلیل میں شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) کا قول نقل کرتے ہیں:

”(واعجبا لك يا بن عباس) تعجب منه كيف خفي عليه هذا مع شهرته بعلم التفسير وحرصه عليه ومدخلته كبار الصحابة وأمهات المؤمنين قال ابن حجر ويجوز في عجبا التنوين وتركه بالمنون اسم فعل بمعنى اعجب وغيره مصدر أضيف الى الباء ثم قلبت ألفا“ (۱۵)، (۱۶)

”اور اے عباس! تم پر تعجب ہے، یعنی انہیں (عمر بن خطاب کو)، اُن (ابن عباس) سے تعجب ہے کہ علم تفسیر میں ان کی شہرت، ان کے شوق اور کبار صحابہ کرامؓ اور امہات المؤمنین کے ہاں ان کی آمدورفت کے باوجود ان سے یہ بات کیسے مخفی رہی، ابن حجرؒ نے کہا: کلمہ ”عَجَبًا“ میں تنوین جائز ہے اور اس کو منون رکھنا ”اُنْجَبَ“ کے معنی میں اسم فعل ہے اور اس کے علاوہ یہ مصدر ہوگا تو اس کی ”یا“ کی طرف اضافت کی گئی (یعنی عجبی) پھر ”یا“ کو الف سے بدل دیا گیا۔“

۵۔ ایک موقف کے رد و تائید میں اقوال کی تقدیم

المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة ابو العباس، شہاب الدین، أحمد بن محمد قسطلانی (م ۹۲۳ھ) کی مشہور زمانہ کتاب سیرت ہے، علامہ قسطلانی اس میں حدیث نبویؐ ”لکل نبی دعوة يدعو بها، وارید أن أختبئی دعوتی شفاعة لأمتی فی الآخرة (۱۷) کے ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ کی دعاؤں کے مستجاب اور غیر مستجاب ہونے کی بابت اپنا موقف بیان کرتے ہوئے پہلے شارح بخاریؒ علامہ شمس الدین کرمانی (م ۸۶۷ھ) کا قول نقل کرتے ہیں اور پھر اُس کے رد میں شارح بخاری بدرالدین عینیؒ کی عمدۃ القاری سے اقتباس پیش کرتے ہیں پھر علامہ عینیؒ کے موقف کی تائید کرتے ہوئے نتیجہ کلام اخذ کرتے ہیں۔

پس علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ ایک طرف تو حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے جس کے ساتھ وہ دعا کرتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی اس دعا کو آخرت میں اپنی امت کی شفاعت کے لیے چھپالوں، پھر دوسری طرف معاملہ یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ اور کثیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی بہت سی دعائیں قبول ہوئی ہیں تو اس حدیث کے ظاہر اور آپ ﷺ اور دیگر انبیاء کی متعدد دعاؤں کے قبول ہونے کے معاملہ میں اشکال پیدا ہو گیا ہے، (۱۸) تو علامہ قسطلانی اس مذکورہ اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”میں (قسطلانی) اس کا جواب دیتا ہوں کہ مذکورہ دعا کی اجابت سے مراد اجابتِ قطعی ہے اور اس (قطعی الاجابت) دعا کے علاوہ جو باقی دعائیں ہیں پس وہ امید اجابت پر محمول ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کے فرمان ”لکل نبی دعوة“ سے ہر نبی کی افضل ترین دعا مراد ہے اگرچہ ان کی اور بھی دعائیں ہوتی ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ انبیاء میں سے ہر ایک نبی کی عمومی دعا ہوتی ہے جو اس نبی کی امت کے حق میں مستجاب ہوتی ہے، چاہے وہ امت کی ہلاکت کی دعا ہو یا اس کی نجات کی، اور جہاں تک خصوصی دعاؤں کا تعلق ہے تو ان میں سے کچھ مستجاب ہوتی ہیں اور کچھ غیر مستجاب، اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء میں سے ہر نبی کے پاس ایک دعا ہوتی ہے چاہے وہ اسے اپنی دنیا کے ساتھ خاص کر لے یا اپنی ذات کے ساتھ (یعنی اس میں انہیں اختیار ہوتا ہے) جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قول: ”رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَيَّ الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا“ (۱۹) ”اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا“ اور حضرت زکریا علیہ السلام کا قول: ”فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي“ (۲۰) ”پس بخش دے مجھے اپنے پاس سے وارث جو وارث بنے میرا“ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول: رَبِّ هَبْ لِي مَلِكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي، اللَّهُ

عزوجل کے اس فرمان کی طرف اشارہ ہے: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَ هَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ (۲۱)، (۲۲) ”عرض کی میرے رب! مجھے معاف فرما دے اور عطا فرما مجھے ایسی حکومت جو کسی کو میسر نہ ہو میرے بعد بے شک تو ہی بے انداز عطا کرنے والا ہے“
 علامہ قسطلانی اپنے اس موقف کو ذکر کرنے کے بعد شارحین حدیث کے اقوال کو نقل کر کے اپنا نتیجہ کلام کیسے پیش کرتے ہیں وہ ذیل میں ملاحظہ ہو:

”وأما قول الكرماني في شرحه على البخاري: فان قلت: هل جاز أن لا يستجاب دعاء النبي ﷺ؟ قلت: لكل نبي دعوة مستجابة، واجابة الباقي في مشيئة الله تعالى (۲۳)، فقال العينى: هذا السؤال لا يعجبني، فان فيه بشاعة، وأنا لأشك أن جميع دعوات النبي ﷺ مستجابة - وقوله ”لكل نبي دعوة مستجابة“ لا ينفي ذلك، لأنه ليس بمحصور انتهى - (۲۴) ولم ينقل أنه ﷺ دعا بشئ فلم يستجب وفي هذا الحديث بيان فضيلة نبينا ﷺ على سائر الانبياء حيث اثر أمته على نفسه وأهل بيته بدعوته المجابة، ولم يجعلها دعاء عليهم بالهلاك كما وقع لغيره، صلوات الله وسلامه عليهم -“ (۲۵)

”اور جہاں تک علامہ کرمائی کے اس قول کا تعلق ہے جو ان کی شرح بخاری میں ہے کہ پس اگر تو کہے: کیا یہ جائز ہے کہ نبی ﷺ کی دعا مستجاب نہ ہو؟ میں (کرمائی) کہتا ہوں: ہر نبی کی ایک دعا مستجاب ہوتی ہے اور باقی دعاؤں کی اجابت اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتی ہے۔ پس عینی نے کہا: یہ سوال مجھے اچھا نہیں لگا کیونکہ اس میں کراہت ہے اور مجھے نبی ﷺ کی دعاؤں کے مستجاب ہونے میں کوئی شک نہیں ہے آپ ﷺ کا فرمان ”لكل نبي دعوة“ ان (جملہ دعاؤں کی قبولیت کے موقف) کی نفی نہیں کرتا کیونکہ یہ حصر کے ساتھ نہیں ہے، عینی کا کلام ختم ہوا۔ اور یہ منقول نہیں ہے کہ نبی ﷺ نے کسی چیز کے بارے میں دعا کی ہو اور وہ قبول نہ ہوئی ہو، اور اس حدیث میں ہمارے نبی ﷺ کی تمام انبیاء پر فضیلت کا بیان ہے چونکہ آپ ﷺ نے اپنی امت کو اپنی ذات اور اپنی اہل بیت پر مستجاب دعا کے ساتھ ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ نے یہ دعا ان کی ہلاکت کے حق میں نہ مانگی جیسا کہ آپ ﷺ کے علاوہ اور انبیاء سے ایسا واقع ہوا ہے، صلوات اللہ وسلامہ علیہم۔“

۶۔ افضلیت کا تعین

حداائق الأنوار ومطالع الأسرار في سيرة النبي المختار میں اس کے مؤلف محمد بن عمر بن مبارک

بحرق یمنی (م ۹۳۰ھ) نے حضور شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد بچپن کے واقعہ شق صدر کے ضمن میں آب زم زم کی آب کوثر پر افضلیت کو شارح بلقینی کے قول سے ثابت کیا ہے، چنانچہ علامہ بحرق یمنی لکھتے ہیں:

”وظہرت لها فی صغره مخائل نبوتہ ، وأخذہ الملکان من بین الصبیان ، فشقا من تحت صدرہ الی سرتہ ، فاستخرجا منه علقۃ سوداء ، وقالا: هذا حظ الشیطان ، وغسلاہ بماء الكوثر ، ثم ختماہ بالحکمة والایمان۔ قلت: المشهور فی الاحادیث الصحیحۃ أنهما غسلاہ بماء زمزم۔ فلذلک جزم البلقینی وغیرہ من المتأخرین أن ماء زمزم أفضل من الكوثر“ (۲۶)، (۲۷)

”اور آپ ﷺ کے بچپن میں ہی آپ کی نبوت کے آثار ان (حلیمہ سعیدیہ) پر ظاہر ہو گئے تھے، اور آپ ﷺ کو دو فرشتوں نے بچوں کے درمیان سے لیا اور آپ کے سینے سے لے کر ناف تک کی جگہ کو شق کر دیا۔ پھر اس سے ایک سیاہ لوتھڑا نکالا اور ان دونوں نے کہا: یہ شیطان کا حصہ ہے، اور انہوں نے آپ ﷺ کو آب کوثر سے غسل دیا پھر حکمت اور ایمان کی خاتم ثبت کر دی، میں (محمد بن عمر بحرق یمنی) کہتا ہوں: احادیث صحیحہ میں یہی ہے کہ ان دونوں نے آپ ﷺ کو آب زم زم سے غسل دیا۔ پس اسی لیے بلقینی اور ان کے علاوہ متاخرین علماء نے اس بات پر جزم کیا ہے کہ آب زم زم، آب کوثر سے افضل ہے۔“

۷۔ غیر مذکور امر کا ذکر

انسان العیون فی سیرۃ الامین المأمون المعروف بالسیرۃ الحلیبۃ سیرت کی معروف ترین کتاب ہے اس میں علامہ ابوالفرج علی بن ابراہیم الحلیمی (م ۱۰۴۴ھ) نے حضرت عائشہ صدیقہ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے، جس میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ نے ایک شخص کا ذکر اس کا نام لیے بغیر کیا ہے کہ وہ بارگاہ مصطفوی میں اذن لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اس کے بیٹھنے سے پہلے اس کی بدخصلتی کو بیان کیا لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ اس شخص سے خندہ روئی کے ساتھ پیش آئے اور پھر اس کے چلے جانے کے بعد حضرت عائشہ نے آپ سے عرض کیا: یا رسول اللہ: جب آپ نے اس مرد کو دیکھا تھا تو آپ نے اس طرح کہا تھا، پھر آپ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ اُس سے ملے اور بہت کشادہ روئی کے ساتھ اس سے باتیں کیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے عائشہ! تم نے مجھے کب بدگو پایا؟ اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بُرا شخص وہ ہوگا جس سے لوگ اس کے شر کی وجہ سے ملنا چھوڑ دیں، (۲۸)، (۲۹) تو اس محولہ بالا حدیث کو ذکر کرنے کے بعد علامہ ابوالفرج حلیمی پہلے شارح بخاری ابن بطال کے

حوالے سے حدیث میں مذکور شخص کا نام ذکر بتاتے ہیں اور پھر مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ لوگوں میں وہ کس نام سے معروف تھا، پس اس ضمن میں علامہ حلبیؒ کا ابن بطلانؒ سے اخذ کردہ اقتباس ملاحظہ ہو:

”قال ابن بطلان رحمه الله: ان هذا الرجل هو عيينة بن حصن، لأنه كان يقال له الأحمق

المطاع، وهو ﷺ انما تطلق في وجهه تألفا له ليسلم قومه“ (۳۰)، (۳۱)

”ابن بطلانؒ نے کہا: یہ شخص عیینہ بن حصن تھا، اُسے ”الأحمق المطاع“ کہا جاتا تھا اور یہ آپ ﷺ ہی ہیں جو اس کو مانوس کرنے کے لیے اس سے خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آئے تاکہ اس کی قوم اسلام قبول کر لے۔“

۸۔ تعداد کا تعین

وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، امام یوسف بن اسماعیل النبهانیؒ م ۱۳۵۰ھ کی گراں قدر تالیف ائینق ہے جس میں حضور شارح علیہ السلام کے شمائل، احوال اور روایت کا مبسوط بیان ہے، امام نبھائیؒ اپنی اس کتاب مستطاب میں حضور رسول محتشم ﷺ کے اسماء مبارکہ کی فصل کا آغاز امام نوویؒ کے قول سے کرتے ہیں اور پھر مزید یہ بھی بتاتے ہیں کہ امام نووی سے منقول قول مذکور قاضی ابوبکر ابن العربیؒ کی شرح ترمذی سے مقتبس ہے جس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء مبارکہ کی تعداد کا ذکر کرتے ہیں، پس امام نبھائیؒ لکھتے ہیں:

اعلم، أن لرسول الله ﷺ وسلم أسماء كثيرة، قال الامام النووي في التهذيب (۳۲): قال

الامام الحافظ القاضي أبو بكر ابن العربي المالكي في كتابه عارضة الأحوذی فی شرح

الترمذی: قال بعض الصوفية: لله عزوجل ألف اسم، وللنبي صلى الله عليه وسلم ألف

اسم- (۳۳)

”تو جان کہ رسول اللہ ﷺ کے اسماء کثیر ہیں، امام نوویؒ نے ”التہذیب“ میں کہا: امام حافظ قاضی

ابوبکر ابن العربی المالکیؒ نے اپنی کتاب ”عارضة الأحوذی فی شرح الترمذی“ میں کہا ہے

: بعض صوفیہ نے کہا کہ اللہ عزوجل کے ہزار نام ہیں اور حضور نبی ﷺ کے ہزار نام ہیں“

۹۔ حدیث کی تخریج اور صحت پر کلام

منتہی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، عبداللہ بن سعید بن محمد عمادی اللحجی المکیؒ م ۱۴۱۰ھ کی شمائل رسول کریم ﷺ پر ضخیم کتاب ہے جس میں وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق باکمال کی فصل میں محاسن اعمال کے عنوان کے تحت صلح کروانے کی بابت حدیث نقل کر کے پہلے اس کی متعدد کتب حدیث سے تخریج کرتے ہیں اور بعد ازاں اس کی صحت پر حافظ ابن حجرؒ کے حوالے سے کلام کرتے ہیں، چنانچہ شیخ

عبداللہ بن سعید الحنفی المکیؒ لکھتے ہیں:

”وقال صلى الله عليه وسلم : أأخبركم بأفضل من درجة الصلاة والصيام والصدقة! قالوا: بلى! قال: اصلاح ذات البين وفساد ذات البين هي الحالقة، رواه أبو داود (۳۴)، والترمذی (۳۵) وصححه؛ من حديث أبي الدرداء، ورواه كذلك الامام أحمد (۳۶)، والبخاری في الأدب المفرد (۳۷)، قال الحافظ ابن حجر: سنده صحيح-“ (۳۸)، (۳۹)

”اور آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں، جو درجے میں نماز، روزے اور زکوٰۃ سے بھی افضل ہے، لوگ عرض گزار ہوئے: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: وہ آپس کی صلح جوئی ہے جبکہ آپس کا فساد مونڈنے والا (تباہ کرنے والا) ہے، اس کو ابو داؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے یعنی حضرت ابو الدرداءؓ کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی طرح اسے امام احمدؒ نے روایت کیا ہے اور امام بخاریؒ نے الأدب المفرد میں روایت کیا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے کہا: اس کی سند صحیح ہے“

۱۰۔ قبائل سے متعلقہ امور کی وضاحت

حکیم عبدالرؤف قادری دانا پوری علیہ الرحمہ کا شمار برصغیر کے اردو سیرت نگاروں میں ہوتا ہے، انہوں نے سیرت پر جو کتاب تحریر فرمائی، اس کا نام ”أصح السير في هدى خير البشر“ ہے، وہ اس میں قبیلہ عکک اور عریینہ کے متعلق کثیر معلومات درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

”ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ عکک و عریینہ دو مشہور قبیلے ہیں، عکک ”بنی عدنان“ ہیں اور عریینہ ”بنی فحطان“ ہیں۔“ (۴۰)، (۴۱)

۱۱۔ مختلف فیہ مسئلہ کی توضیح میں اقوال

ضیاء النبی ﷺ، پیر محمد کرم شاہ الازہریؒ کی اردو سیرت کے موضوع پر معروف تالیف ہے بلکہ اس کتاب نے برصغیر کے سیرتی ادب میں گراں قدر اضافہ کیا ہے یہ کتاب پیر صاحب کے کتب شروح حدیث سے استفادہ کا منہ بولتا ثبوت ہے بالخصوص عمدۃ القاری، فتح الباری اور اشعة اللمعات، ان تین شروح سے وہ زیادہ اقتباسات نقل کرتے ہیں، آپ روایت باری تعالیٰ عزوجل کی بابت بحث کرتے ہوئے اشعة اللمعات کی عبارت نقل کرتے ہیں:

”حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ابن عمرؓ دریں مسئلہ مراجعت بوعے کردہ پرسید کہ ”هل رأی محمد ربه“ پس وے گفت راہ پس ابن عمر تسلیم نمودہ و قطعاً براہ تردد و انکار

زفنتہ۔ (۴۲)“

”حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس مسئلہ کے بارے میں رجوع کیا، اور پوچھا: کیا حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ پس ابن عباس نے جواب دیا: حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردد و انکار کا راستہ اختیار نہیں کیا۔“ (۴۳)

۱۲۔ کسی خبر کے وقوع میں زمانہ کا تعین

سیرت مصطفیٰ علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمیؒ کی تالیف ہے جو صحاح ستہ، چند کتب سیرت، کتب تفسیر اور کتب شروح حدیث سے ماخوذ ہے۔ آپ نے اپنی اس تالیف میں امام نوویؒ، امام کرمانیؒ، امام عینیؒ اور امام ابن حجرؒ، امام مغلائیؒ اور دیگر محدثین سے استفادہ کیا ہے، جیسا کہ آپ صحیح مسلم کی ایک حدیث کو ذکر کرنے کے بعد، امام نوویؒ کے حوالے سے اس کی توضیح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز کی زمین سے ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی میں بصری کے اونٹوں کی گردنیں نظر آئیں گی۔ (۴۴)

اس غیب کی خبر کا ظہور ۶۵۴ھ میں ہوا چنانچہ حضرت امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح میں تحریر فرمایا کہ یہ آگ ہمارے زمانے میں ۶۵۴ھ میں مدینہ کے اندر ظاہر ہوئی، یہ آگ اس قدر بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی جانب سے لے کر حرہ کی پہاڑیوں تک پھیلی ہوئی تھی، اس آگ کا حال ملک شام اور تمام شہروں میں تو اتر کے طریقے پر معلوم ہوا تھا اور ہم سے اس شخص نے یہ بیان کیا، جو اس وقت مدینہ میں موجود تھا۔“ (۴۵)، (۴۶)

پس کتب شروح حدیث کے محولہ بالا اقتباسات سے جہاں کتب شروح حدیث سے سیرت نگاروں کے استفادہ کی نوعیت و اہمیت کا پتہ چلتا ہے تو وہیں کتب شروح حدیث کا مصادر سیرت کو مستلزم ہونا بھی ثابت ہوتا ہے، پس اب حق تو یہ تھا کہ جہاں کتب حدیث کو مصادر سیرت میں شمار کیا جاتا ہے تو وہیں کتب شروح حدیث کو بھی سیرت کے مصادر میں ذکر کیا جاتا لیکن ایسا کہیں بھی نہیں کیا گیا، خواہ وہ مصادر سیرت کے موضوع پر مستقل لکھی جانے والی کتب ہوں یا پھر وہ مقدمہ ہائے کتب سیرت ہوں کہ جن میں مصادر سیرت پر خامہ فرسائی کی گئی ہے، پس مصادر سیرت کے ضمن میں کتب شروح حدیث کا ذکر کہیں بھی میسر نہیں آتا حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ (۴۷)

یہاں اگر یہ کہا جائے کہ کتب حدیث میں کتب شروح حدیث بھی شامل ہوتی ہیں تو اس لیے کتب شروح حدیث کو جدا ذکر نہ کیا گیا تو یہ درست نہ ہوگا کیونکہ محققین کے نزدیک کتب حدیث اور کتب شروح حدیث دو جدا جدا

اصطلاحیں ہیں، جیسا کہ انہوں نے اپنی تصنیفات میں کتب حدیث اور کتب شروح حدیث کو دو جدا عناوین کے تحت علیحدہ علیحدہ قسم میں ذکر کیا ہے، (۴۸) اور اگر بالفرض کتب حدیث کی صنف میں کتب شروح حدیث کو شامل مان بھی لیا جائے تو کیا پھر کتب شروح حدیث کا یہ تحقیقی حق نہیں ہے کہ جہاں سیرت کے مصادر میں کتب حدیث کے مرکزی عنوان کے تحت کتب روایت کو مختلف ذیلی عناوین میں فردا فردا ذکر کیا جاتا ہے تو وہاں کتب شروح حدیث کا بھی کسی طور پر ذکر کیا جاتا، یقیناً جواب اثبات میں ہوگا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ پھر طرفہ ماجرایہ کہ عہد جدید میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری اور ضیف اللہ بن یحییٰ الزہرائی نے مصادر سیرت کو بنیادی اور ذیلی، دو اقسام میں منقسم کر کے بنیادی قسم میں قرآن کریم، حدیث شریف، کتب دلائل و شمائل کتب سیرت و تاریخ جبکہ تکمیلی میں کتب ادب، کتب تراجم، کتب جغرافیہ اور کتب فقہ وغیرہ کا ذکر تو کیا ہے لیکن انہوں نے بھی کتب شروح حدیث کو مصادر کی کسی بھی قسم میں شامل نہیں کیا (۴۹)، اور اسی طرح ڈاکٹر عطیہ مختار نے سیرت نبویہ کے مصادر کو مختلف جہات سے متعدد اقسام میں منقسم کیا ہے جیسے اسناد کے اعتبار سے، مرویات کی صحت کے اعتبار سے، موضوع کے اعتبار سے مصادر کی تقسیم وغیرہ، (۵۰) پھر اس کے بعد انہوں نے مزید دو اور اقسام، مصادر اصلہ اور تاریخ اور مصادر اصلہ حدیثیہ میں مصادر سیرت کو منقسم کیا ہے (۵۱) لیکن ان مذکورہ اقسام میں سے کسی ایک قسم میں بھی ڈاکٹر عطیہ نے کتب شروح حدیث کا ذکر نہیں کیا، حالانکہ کتب شروح حدیث کے کتب سیرت میں موجود کثیر اقتباسات و شواہد کے مطالعہ کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ کتب شروح حدیث کو یہ تحقیقی حق حاصل ہے کہ انہیں سیرت کے ذیلی یعنی تکمیلی مصادر میں مستقل عنوان کے ساتھ ذکر کیا جائے، کیوں کہ جب ادبی کتابوں، شاعری کے دیوان، رجال، سوانح، جغرافیہ، تاریخ، فقہ اور انساب کی کتابوں اور لغت کی معاجم کو سیرت کے ذیلی مصادر میں ذکر کیا جاتا ہے تو پھر کتب شروح حدیث کا تو بدرجہ اولیٰ سیرت کے ذیلی مصادر میں ذکر کیے جانے کا حق بنتا ہے۔

پس یہ مسلسل وقوع پذیر ہونے والا ایک علمی تسامح ہے اور اب ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ علمی، تحقیقی اور تاریخی تسامح اپنے صحیح انجام کار کو پہنچے یعنی، کتب شروح حدیث کو مصادر سیرت میں مستقل طور پر ذکر کیا جانا چاہیے۔

حوالہ جات و حواشی

- (۱) عبدالمعتم السید نجم، تدوین السنۃ ومنزلتها، المدینۃ المنورۃ: الجامعۃ الاسلامیۃ، ۱۳۹۹ھ، ص: ۴۶
- (۲) البیہقی، ابوبکر، احمد بن الحسین، دلائل النبوة، بیروت، دارالکتب العلمیۃ، ۱۴۰۵ھ، ج: ۶، ص: ۳۴۶
- (۳) الخطابی، ابوسلیمان حمد بن محمد، اعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری، مکتۃ المکرّمۃ: مرکز احیاء التراث

- الاسلامی، ١٤٠٩ھ، ج: ١، ص: ٢٣٢٦
- (٢) البيهقي، دلائل النبوة، ج: ٦، ص: ٣٣٦
- (٥) قاضي عياض، الشفا بتعريف حقوق المصطفى، دارالفكر، ١٤٠٩ھ، ج: ١، ص: ٣٢٤-٣٢٨
- (٦) بخاري، محمد بن اسماعيل، ابو عبدالله، امام، صحيح البخاري، كتاب الجهاد والسير، باب من علق سيفه بالشجر في السفر عنه القائلة، رقم الحديث: ٢٩١٠
- (٧) المائدة: ٥: ١١
- (٨) قاضي عياض، الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج: ١، ص: ٣٢٤-٣٢٨
- (٩) الخطابي، ابوسليمان حمد بن محمد، غريب الحديث، بيروت: دارالفكر، ١٤٠٢ھ، ج: ١، ص: ٣٠٨
- (١٠) قاضي عياض، الشفا بتعريف حقوق المصطفى، ج: ١، ص: ٣٢٤-٣٢٨
- (١١) القشيري، صحيح مسلم، كتاب صلوة المسافرين وقصرها، باب جامع صلوة الليل ومن نام عنه أو مرض، رقم الحديث: ٤٣٦٤
- (١٢) النووي، ابوزكريا يحيى بن شرف، تهذيب الاسماء واللغات، بيروت: دارالكتب العلمية، س: ١، ص: ٣٨
- (١٣) ابن كثير، ابوالفداء اسماعيل بن عمر، الفصول في السيرة، بيروت: مؤسسة علوم القرآن، ١٤٠٣ھ، ص: ٣١٠
- (١٤) بخاري، صحيح بخاري، كتاب النكاح، باب موعظة الرجل ابنته لجمال زوجها، رقم الحديث: ٥١٩١
- (١٥) ابن حجر عسقلاني، شهاب الدين، احمد بن علي، فتح الباري شرح صحيح البخاري، بيروت: دارالمعرفة، ١٣٤٩ھ، ج: ٩، ص: ٢٨٠
- (١٦) الحرصي العامري، يحيى بن أبي بكر، بهجة المحافل وبغية الأمثال في تلخيص المعجزات والسير والشماكل، بيروت: دارصادر، س: ١، ج: ٢، ص: ٢٢
- (١٧) بخاري، صحيح بخاري، كتاب الدعوات، باب لكل نبي دعوة مستجابة، رقم الحديث: ٦٣٠٢
- (١٨) القسطلاني، شهاب الدين، أحمد بن محمد بن أبي بكر، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، القاهرة: س: ١، ج: ٣، ص: ٥٢٨
- (١٩) نوح ٢٦: ٤١
- (٢٠) مریم ١٩: ٥-٦
- (٢١) ص ٣٨: ٣٥
- (٢٢) قسطلاني، المواهب اللدنية بالمنح المحمدية، ج: ٣، ص: ٥٢٨
- (٢٣) کرمانی، شمس الدین، محمد بن یوسف، الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری، بیروت: دار احیاء

- التراث العربى، ۱۴۰۱ھ، ج: ۲، ص: ۴۶
- (۲۴) عینی، بدرالدین، محمود بن احمد، دمشق، دار الفکر للطباعة والمیریة، س ن، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، ج: ۲، ص: ۶۷
- (۲۵) قسطلانی، المواهب اللدنیة بالمنح المحمدیة، ج: ۳، ص: ۵۲۸
- (۲۶) الفاسی، ابو الطیب محمد بن أحمد، المکی، شفاء الغرام بأخبار البلد الحرام، بیروت: دار الکتب العلمیة، ۱۴۲۱ھ، ج: ۱، ص: ۳۳۵
- (۲۷) بحرق الیمنی، محمد بن عمر، حدائق الأ نوار ومطالع الأسرار فی سیرة النبی المختار، جدة: دار المنہاج، ۱۴۱۹ھ، ص: ۵۶
- (۲۸) بخاری، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفحشا، رقم الحدیث: ۶۰۳۲
- (۲۹) الحلیبی، ابو الفرج، برهان الدین، علی بن ابراہیم، انسان العیون فی سیرة الأ مین المأمون، المعروف بالسیرة الحلیبیة، بیروت: ۱۴۲۷ھ، ج: ۳، ص: ۴۷۷
- (۳۰) ابن بطال، ابو الحسن علی بن خلف، شرح صحیح البخاری، الریاض: مکتبة الرشد، ۱۴۲۳ھ، ج: ۹، ص: ۲۳۰
- (۳۱) الحلیبی، ابو الفرج، انسان العیون فی سیرة الأ مین المأمون، المعروف بالسیرة، ج: ۳، ص: ۴۷۷
- (۳۲) النووی، تهذیب الأسماء واللغات، ج: ۱، ص: ۲۱
- (۳۳) ابو بکر ابن العربی المالکی، محمد بن عبداللہ، عارضة الأحوذی بشرح صحیح الترمذی، بیروت: دار الکتب العلمیة، س: ن، ج: ۱۰، ص: ۲۸۱
- (۳۴) ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث السجستانی، سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی اصلاح ذات البین، رقم الحدیث: ۴۹۱۹
- (۳۵) ترمذی، سنن الترمذی، ابواب صفة القيامة والرفائق والورع عن رسول الله ﷺ، باب، رقم الحدیث: ۲۵۰۹
- (۳۶) احمد بن حنبل، احمد بن محمد، ابو عبداللہ، امام، مسند امام احمد، بیروت: مؤسسه الرسالۃ، ۱۴۲۱ھ، رقم الحدیث: ۲۷۵۰۸
- (۳۷) بخاری، الأدب المفرد، باب اصلاح ذات البین، رقم الحدیث: ۳۹۱
- (۳۸) المناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین، فیض التقدير شرح الجامع الصغیر، مصر: المکتبة التجاریة الکبری، ۱۳۵۶ھ، ج: ۳، ص: ۱۰۶
- (۳۹) الحلی، عبداللہ بن سعید، منتهی السؤل علی وسائل الوصول الی شمائل الرسول ﷺ، جدة: دار المنہاج،

- ۱۴۲۶ھ، ج: ۲، ص: ۳۴۵
- (۴۰) ابن حجر العسقلانی، فتح الباری، ج: ۱، ص: ۳۳۷
- (۴۱) عبدالرؤف، دانا پوری، أصح السير فی ہدی خیر البشر، کراچی: مجلس نشریات اسلام، س: ن، ص: ۱۶۶
- (۴۲) محدث دہلوی، عبدالحق، شیخ، أشعة اللمعات فی شرح المشکوٰۃ، نول کشور: ۱۹۳۶ء، ج: ۲، ص: ۴۳۱
- (۴۳) الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی ﷺ، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۲۰ھ، ج: ۲، ص: ۵۳۳
- (۴۴) القشیری، صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراف الساعة، باب لا تقوم الساعة حتی تخرج نار من أرض الحجاز، رقم الحدیث: ۲۹۰۲
- (۴۵) نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۳۹۲ھ، ج: ۱۸، ص: ۲۸
- (۴۶) اعظمی، عبدالمصطفیٰ، سیرت مصطفیٰ، کراچی: دارالعلوم امجدیہ، ۱۴۱۷ھ، ص: ۵۹۳
- (۴۷) مہدی رزق اللہ احمد، ڈاکٹر، السیرة النبویة فی ضوء المصادر الأصلية، الرياض: مرکز الملك فيصل للبحوث والدراسات الاسلامیة، ۱۴۱۲ھ؛ البکری، محمد انور بن محمد علی، مصادر تلقی السیرة النبویة، المدینة المنورة: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، س: ن؛ محمد عجایب بن محمد تمیم، لمحات فی المكتبة والبعث والمصادر، مؤسسه الرسالہ، ۱۴۲۲ھ؛ فاروق حمادہ، ڈاکٹر، مصادر السیرة النبویة وتقویمها، دمشق: دار القلم، س: ن؛ منیر محمد غضبان، فقہ السیرة النبویة، مکتہ المکرّمہ، مرکز بحوث الدراسات الاسلامیة، ۱۴۱۳ھ
- (۴۸) خلدون بن محمد سلیم الأحذب، التصنیف فی السنة النبویة، المدینة المنورة: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، س: ن، ص: ۸۵؛ عبدالعزیز بن عبداللہ الحلیل، ڈاکٹر، التصنیف فی السنة النبویة وعلومها فی القرن الخامس الهجری المدینة المنورة: مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، س: ن، ص: ۴۵؛ محمد رشاد خلیفہ، مدرستہ الحدیث فی مصر، القاہرہ: الہیئۃ العامۃ لشئون المطابع الأمیریة، س: ن، ص: ۱۲۸؛ غوری، عبدالماجد، مصادر الحدیث ومراجعہ، دمشق بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۳۱ھ، ج: ۲، ص: ۹
- (۴۹) ضیاء العمری، اکرم، ڈاکٹر، السیرة النبویة الصحیحة، المدینة المنورة، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۴۱۵ھ، ص: ۴۷؛ الزہرانی، ضیف اللہ بن یحییٰ، مصادر السیرة النبویة، المدینة المنورة، مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، ص: ۳
- (۵۰) عطیہ مختار، ڈاکٹر، مصادر السیرة النبویة بین المحدثین والمؤرخین، ۱۴۲۷ھ
- (۵۱) ایضاً، ص: ۷۲